سفر لبنان............ بیروت سے صیدا تک

حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر حاضری کے بعد ہم واپسی پر جس منی بس میں بیٹھے اسے صیداء جانا تھا سو ہم بھی چل دیئے کہ چلیں صیدا کی سیر ہو جائے......

صیدا لبنان کے تین بڑے شہروں (بیروت' طرابلس اور صیدا) میں سے ایک ہے......اسے صیدون بھی کہا جاتا ہے......صیدا کی تاریخ قدیم ہے اور یہ شہر اسلام سے بھی قبل یونانیوں اور فینیقیوں کے دور میں بھی آباد تھا......اس کی تاریخ صیدا کے قلعہ میں موجود آثار سے اور شہر میں موجود دیگر قدیم عمارتوں سے معلوم ہوتی ہے......

بحر ابیض المتوسط پر آباد دنیا کے قدیم ترین شہروں میں سے ایک شہر آج جس کی سیر کو ہم نکلے ہیں صیدا ہے...... یہ فینقی دور (phoenician era) کے صیدون کی موجودہ صورت ہے دراصل لاطینی اور یونانی زبانوں میں اسے صیدون کہا گیا اور عبرانی زبان میں اسے صیدو (بغیر نون کے) لکھا اور پڑھا جاتا رہا۔ اگر چہ کوئی حتمی اور مستند بات ہمیں صیدا کے صیدون ہونے کے بارے میں نہ مل سکی تاہم چلتی چلاتی سی ایک روایت سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ بعض فرانسیسی تاریخی مراجع اسے صیدون بن کنعان سے منسوب کرتے ہیں' مقامی لوگوں نے بتایا کہ اسے صیدون اس لئے کہا جاتا تھا کہ یہ صیادین (مچھلی کا شکار کرنے والوں) کا ایک اہم مرکز تھا' مگر یہ بات دل کو نہیں لگی کہ صیاد تو عربی کا لفظ ہے اور صیدون یونانی ولاطینی زبان کا......بہر کیف......ایک فرانسیسی مورخ جیک نینتی نے لکھا ہے کہ ۲۸۰۰ قبل مسیح میں فینیقیوں نے شہر صیدا کی بنیاد رکھی تھی......جبکہ جبیل اور طرابلس اس کے بعد آباد ہوئے ہیں......احمد عارف الزین نے اپنی کتاب......تاریخ صیدا......میں لکھا ہے کہ صیدا کا نام اس شہر کے بانی صیدون بن کنعان الکبر کے نام پر ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کے پوتے تھے.......... انہوں نے یہ شہر ۲۲۱۸ قبل مسیح میں بسایا تھا......احمد عارف الزین کی کتاب ۱۳۳۱ھ میں صیدا کے مطبعہ العرفان سے پہلی بار شائع ہوئی تھی......اور یہ اب بھی دستیاب ہے......

فینقی دور شروع ہوتا ہے ۱۲۰۰ قبل مسیح سے اور جاتا ہے ۵۳۹ ق م' تک فینیقی دور میں آج کا لبنان' قبرص' ترکی' فلسطین' اسرائیل' شام' تیونس' لیبیا' اٹلی' الجزائر' مراکش' اسپین' اور پرتگال فینیقی حکومت میں شامل تھے۔ اس دور کے بعض آثار جن میں قلعہ صیدا' اہم ترین ہے آج بھی اس کی تاریخ کی کہانی سناتے محسوس ہوتے ہیں......یہ شہر لبنان کے دارالحکومت بیروت سے پچاس کلومیٹر جبکہ شام (سیریا) کے دارالحکومت دمشق سے ۴۸ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے' صرف سات آٹھ کلومیٹر مربع کی حدود میں آباد یہ شہر لبنان کا تیسرا بڑا شہر شمار کیا جاتا ہے۔ یہ شہر اتنا بڑا ہے کہ ہم نے اسے ایک گھنٹے میں ادھر سے ادھر تک بذریعہ ٹیکسی دیکھ ڈالا...... یہاں کے لوگ بیروت سے ذرا مختلف ہیں اور ان میں قدرے بدویت پائی جاتی ہے جو بیروت کی بداخلاق شہریت سے کہیں

بہتر ہے......بس اسٹاپ پر پہنچے اور ہم نے شہر کی معروف جگہوں کے بارے میں دو ایک راہگیروں سے سوال کیا تو وہ رک گئے......انہوں نے بات اطمینان سے سنی اور پھر جو انہیں معلوم تھا وہ محبت بھرے لہجے میں بتایا...... ٹیکسی والوں کی معلومات ہر ملک وشہر میں عام لوگوں سے زیادہ ہوتی ہیں خصوصا مقامات کے حوالہ سے بشرطیکہ وہ دھوکہ نہ کریں اور دیانت داری کو ہاتھ سے جانے نہ دیں......تاہم اصحاب مقامات کے بارے میں ان کی معلومات عموما لائق اعتبار نہیں ہوتیں ان کے لئے صاحبان علم ہی سے رجوع کیا جانا چاہئے......صیدا کا قلعہ آج بھی سمندر کے اندر موجود ہے اور وہاں تک جانے کا راستہ بھی کھلا ہے......ہم نے قلعہ کے آثار دیکھے اور ساتھ ہی تعمیر شدہ مسجد بھی دیکھی جو اپنی بعض باقیات کے ساتھ کسی حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کی صدا لگانے والے کو پکار رہی تھی' اب شاید ہی اس میں پنج وقتہ نماز ہوتی ہو......مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے'......کہنے والا اقبال آج زندہ ہوتا تو شاید اس سے بھی زیادہ دردناک الفاظ میں اس کیفیت کو بیان کرتا۔شہر کی آبادی ۱۲۰۰۰۰ نفوس پر مشتمل ہے۔ایک لاکھ بیس ہزار افراد کے اس شہر میں پچاس ہزار افراد کا اضافہ فلسطین سے نکالے ہوئے پناہ گزینوں نے کیا ہے جو عین الحلوۃ (میٹھے چشمے) نامی کیمپ میں مقیم ہیں.........صیدا کے اہم تاریخی آثار میں ہم نے قدیم بحری شہر اور قدیم بری شہر کے کھنڈرات' مختلف چرچ' انگریزوں کے دور کے حمام اور جامع العمری وغیرہ دیکھنے کی کوشش کی اور زیادہ وقت انہی تاریخی آثار میں صرف ہوگیا......ان تاریخی آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر ایک تجارتی اور صنعتی شہر رہا ہے گو کہ زراعت بھی کسی حد تک یہاں ہوتی رہی ہے باغات اور چھوٹے چھوٹے فارم ہاؤس کی طرز کے مزارع (کھیت) آج بھی موجود ہیں......شہر سے حاصل ہونے والی بعض تاریخی معلومات اب بھی درست معلوم ہوتی ہیں.........ایک دیہاتی نے بتایا کہ صیدا کے لوگ بڑے جراتمند اور غیور واقع ہوئے ہیں ۶۸۰......۶۷۰ ق م میں جب آشوریوں نے شہر پر حملہ کیا تو یہاں کے لوگوں نے فرار ہونے یا اپنے آپ کو فاتحین کے سپرد کرنے پر مر جانے کو ترجیح دی اور سب نے مل کر اپنے شہر کو آگ لگا لی جس میں سب جل مرے.........مرنے والوں کی تعداد ۴۰ ہزار بتائی جاتی ہے......ہم نے یہ سنتے ہی فوراً پنجم کلمہ بآواز بلند پڑھنا شروع کر دیا......ہمارا گائیڈ کہنے لگا آپ یہ کیوں پڑھ رہے ہیں' ہم نے کہا بھئی جہاں چالیس ہزار افراد نے اجتماعی خودکشی کی ہو......اور حرام موت مر گئے ہوں وہاں استغفار ہی کرنا چاہئے...... افسوس ایسے ہی قدیم دور کے جاہلوں کی طرز پر آج کے پڑھے لکھے زمانے کے لوگوں نے بھی خودکشی کو جراءت اور بہادری سمجھ رکھا ہے' جبکہ یہ کوئی جراءت نہیں یہ تو بزدلی ہے کہ حالات کا مقابلہ صبر واستقامت کے ساتھ کرنے کی بجائے خود کو موت کے حوالہ کر دیا جائے......ہمارا مذہب قطعا ایسی کسی کاروائی کی اجازت نہیں دیتا اور اگر پھر بھی کوئی ایسا کر گزرے تو اسے حرام موت مرنے کا مجرم قرار دیتا ہے اور بعض فقہاء اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے بھی اجتناب کی راہ اپناتے ہیں کہ عبرت ہو.........

☆ اذا یئس الانسان طال لسانہ.........کسنور مغلوب یصول علی الکلب ☆

اس شہر نے زلزلے بھی دیکھے ہیں' ۵۷۳ عیسوی کا زلزلہ یہاں لوگوں کو اب بھی خبردار کرتا ہے کہ تکبر سے بچیں اور خدا کو یاد رکھیں...... اس زلزلے نے پورا شہر تباہ کر دیا تھا...... ۶۳۷ عیسوی میں یزید بن ابی سفیان نے اس شہر کو فتح کیا...... چنانچہ فتح صیدا ہی کے موقع پر حضرت امیر معاویہ کو یہ خیال ہوا کہ بیزنطینی افواج واپس پلٹ آئیں اور کہیں ان ہمارے مفتوحہ علاقوں پر قابض نہ ہو جائیں چنانچہ انہوں نے یہیں ایک بحری بیڑا بنانے کا ارادہ کیا...... دربار خلافت سے اس کی مشروط اجازت ملی تھی ...... تاہم آپ نے ۱۷۰۰ کشتیوں رجہازوں پر مشتمل پہلا اسلامی بحری بیڑا اسی علاقہ میں تیار کیا...... اس کی تیاری میں جبیل کے جنگلات کی خاص لکڑی کام آئی...... قبرص کا جزیرہ فتح کرنے میں اسی بحری بیڑے نے اہم کردار ادا کیا تھا جس کی تیاری شامی ساحلوں پر کی گئی تھی...... یہاں یہ بات یاد رہے کہ اس دور میں لبنان کوئی الگ ملک نہ تھا بلکہ موجودہ لبنان کے سارے شہر اس وقت شام کے شہر ہی تھے اور شام ایک وسیع وعریض ملک تھا...... اور صیدا و بیروت و جبیل شام کے بڑے شہر دمشق کے زیر انتظام تھے...... جو اس زمانے میں بنی امیہ کا ایک اہم مرکز تھا............ اور اسے ماضی میں ایک مستقل ریاست کی حیثیت بھی حاصل رہی...... کتاب مقدس میں صیدا کا ذکر تورات وانجیل کے مضامین میں آیا ہے...... اسی لئے عیسائی اس شہر کو خاص اہمیت دیتے ہیں اب بھی صیدا میں عیسائیوں کی بڑی تعداد آباد ہے ...... شہر کے ایک خوبصورت سے ہوٹل (مطعم) پر ہم چائے پینے کے لئے رکے تو حسب عادت پہلے سے موجود لوگوں سے ہم نے بلا تکلف میل ملاقات شروع کر دی...... اور بوڑھے بوڑھوں کی تلاش کرتے کرتے ہم ہوٹل کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک جا نکلے...... ایک عمر رسیدہ شخص نے بتایا کہ صیدونی ہی وہ پہلے لوگ ہیں جنہوں نے شفاف شیشے کی صنعت کو متعارف کرایا...... اور یہاں شیشے کی فیکٹریاں قائم کیں' یہیں سے شیشے کی یہ صنعت یونان منتقل ہوئی......

صیدا شہر اگرچہ چھوٹا سا ہے تاہم اس میں بڑے بڑے نامور عیسائی حاکم و مذہبی رہنماؤں کا آنا جانا رہا ہے...... چنانچہ ایک قبر کو حضرت صیدون (بن کنعان البکر) کی قبر بتایا جاتا ہے جو برغوت کے علاقہ میں ایک باغ نما جگہ پر واقع ہے اسی قبر کو یہودی لوگ زبلون کی قبر بتاتے ہیں جو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے...... اس اختلاف کے باوجود یہودی' عیسائی اور مسلمان سب اس قبر کا احترام کرتے اور اس کی زیارت کو آتے ہیں............ یہیں صیدا ہی میں...... الحارہ...... نامی ایک جگہ ہے جہاں حضرت یحیٰ علیہ السلام کا مزار بتایا جاتا ہے جبکہ ہم نے شام میں حضرت یحیٰ علیہ السلام کا مزار دیکھا ہے............ شہر میں مساجد بھی کافی ہیں مگر کلیسا بھی کم نہیں...... مشہور مساجد میں مسجد البرانی' مسجد البحر' مسجد العمری' مسجد قطیش' مسجد کیخیا' اور مسجد ابی نخلہ ممیز ہیں...... صیدا سے بعض بادشاہوں کی نعشیں (ممی) بھی دریافت ہوئی ہیں...... جن میں صیدون کے بادشاہ عزرالثانی کی ممی ہے جو لودر کے میوزیم میں محفوظ ہے......

☆ ...... ھر کہ دست از جان بشوید............ ھر چہ در دل دارد بگوید...... ☆

صیدا کے لوگ بیروتیوں کی بنسبت خوش اخلاق ہیں...... یہاں صوفیاء کرام کا قیام رہا ہے اور آج بھی لوگ اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھتے اور ذکر اذکار کرتے ہیں غالباً انہی کی تربیت کا اثر ان کی زندگیوں میں نمایاں ہے......

مشہور مؤرخ وسیاح ابن بطوطہ آٹھوی صدی ہجری میں صیدا آئے تو انہوں نے اس کے بارے میں کہا...... ثم سافرت منها (ای عکا) الی مدینة صیداوهی علی ساحل البحر حسنة کثیرة الفواکه یعمل منها الطین والزبیب الی بلاد مصر نزلت عند قاضیها کمال الدین الاشمونی المصری وهو حسن الاخلاق کریم النفس...... (پھر میں نے عکا سے صیدا کی طرف سفر کیا جو کہ ساحل سمندر پر ہے۔ یہ خوبصورت شہر ہے اور اس میں بکثرت پھل پائے جاتے ہیں' یہاں کے پھلوں سے انجیر اور کشمش مصر بھی جاتی ہے۔ میں قاضی شہر جناب کمال الدین الاشمونی کے ہاں مہمان ہوا' وہ مصری ہیں اور اخلاق حسنہ کے مالک اور کریم النفس ہیں......)

ہم اگرچہ کسی قاضی شہر کے ہاں نہیں ٹھہرے کیونکہ ہم نہ خود قاضی نہ قاضیوں سے ہماری آشنائی' اور نہ ہم ابن بطوطہ.......... شہر کی سیر کے بعد ہم نے وقت کی تنگی کے باعث واپسی کا راستہ اختیار کیا اور دو پہر تک بیروت پہنچ گئے ...... یہاں یہ سہولت ہے کہ سڑکیں بہت اچھی بنی ہوئی ہیں اور گاڑیاں خوب تیز دوڑتی ہیں...... حیران کن بات یہ کہ بیروت سے صیدا کا کرایہ صرف دو لیرا البنانی...... جبکہ بیروت شہر کے اندر ایک سے دوسری جگہ جانا ہو تو منی بس والے دو لیرے لے لیتے ہیں اور ٹیکسی تو بہت ہی مہنگی ہے......

آج جمعۃ المبارک ہے' نماز جمعہ کے لئے ہوٹل ہی میں اہتمام کیا گیا...... فلسطین کے مندوب نے خطبہ جمعہ دیا اور نماز کی امامت کی...... ہماری فہم وفقہ کے مطابق جمعہ کا تعلق مسجد میں باجماعت نماز سے ہے اور اس کی کچھ شرائط ہیں جن میں سے کوئی بھی شرط یہاں نہیں پائی جارہی تھی...... اس لئے ہم نے امام کے پیچھے تو نفل کی نیت باندھی...... اور بعد میں دو رکعت ظہر قصرا...... ادا کی...... کہ ایک تو ہم مسافر ہیں اور مسافر پر جمعہ فرض نہیں' دوسرے ہم یہاں عیسائی علاقہ میں ہیں اور یہاں قرب وجوار میں دور دور تک کوئی مسجد نہیں' (علماء کرام فرمائیں ہمارا یہ اجتہادی فیصلہ درست تھا یا غلط؟) جماعت میں شریک باقی لوگ بھی جمعہ ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں باتیں تو کرتے رہے مگر کسی نے اس عمل میں رکاوٹ نہیں ڈالی یہاں تک کہ مصر سے آئے ہوئے ایک مندوب جو سلفی تھے خاموش تنقید کر کے خاموش ہو گئے...... اور کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا..........

اگلے روز ہم طلبا وطالبات گروپ کی صورت میں بیروت سے باہر نکلے اور ہمیں بائبلوس (Byblos) لے جایا گیا جس کا اصل پرانا نام جبیل (Jubeil) ہے...... یہاں دو پرانے قلعہ ہیں ایک تو قلعہ الصلیبیہ جبکہ دوسرا قلعہ الفارسیۃ ایک تیسرا قلعہ بھی ہے جسے قلعہ البحریہ کہا جاتا ہے.......... یہ شہر بیروت سے ۳۷ کلومیٹر شمال میں ہے

☆ ...... نبینی کہ چون گربہ عاجز شود ☆☆☆ برآرد بہ چنگال چشم پلنگ ...... ☆

اور پورا شہر (ٹاؤن) پہاڑیوں پر آباد ہے اور پہاڑیاں ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ ہیں......اس پورے پہاڑی سلسلہ کو جبل لبنان بھی کہا جاتا ہے۔یونان اور روما کے دور اقتدار میں اس ٹاون کی شان یہ تھی کہ یہ ایک مستقل ریاست تھی اور اس کا اپنا ایک بادشاہ تھا......اتفاق کی بات ہے کہ آج بھی لبنان کے بادشاہ (صدر) کا تعلق اسی علاقہ یعنی جبیل سے ہے اور وہ ہیں میشال سلیمان......اس علاقہ میں عیسائیوں کی اکثریت ہے اسی لئے ہمیں ہر راستے میں کنیسا بکثرت ملے......یہاں بڑے قلعہ (المسیحیۃ) کے علاقہ میں دو چرچ ہیں اور دو مسجدیں بھی ہیں چرچ کے مقابلے میں مسجدیں چھوٹی ہیں......ان مساجد میں سے ایک کا نام مسجد سلطان عبدالمجید ہے جبکہ دوسری کا نام مسجد سلطان ابراہیم ادہم ہے......یہ قلعہ ساحل سمندر پر ہے کچھ دیر ہم نے ساحل کا نظارہ کیا' قلعہ کے مختلف حصے وزٹ کئے......اور پھر ظہر کی نماز مسجد سلطان عبدالمجید میں ادا کر کے...........اس مسجد کے امام صاحب سے ملاقات کی ان کا نام مفتی غسان اللقیس ہے اور وہ لبنان کے اس علاقہ (جبیل) کے مفتی ہیں ساٹھ برس سے اوپر عمر ہوگی......یہ مصر کے کلیہ الشریعہ والقانون کے فارغ التحصیل عالم ہیں......انہوں نے وہاں ۱۹۷۷۔۱۹۷۸ کے زمرہ میں فراغت پائی......

ان کے ساتھ کچھ دیر بات چیت رہی اور ہم نے ان سے جبیل کے بارے میں۔سوالات کئے جس پر انہوں نے مختصراً جبیل کی تاریخ بیان کی جس سے اندازہ ہوا کہ یہ شہر بہت قدیم ہے ان کے بقول یہیں صیدا وجبیل کے علاقہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بحری بیڑا تیار کیا تھا اور سواحل شام اس وقت یہی علاقہ کہلاتا تھا......یہاں اس وقت ایک میوزیم ہے جسے مومی میوزم کہا جاتا ہے کیونکہ اس کے اندر موم سے تیار کردہ مجسمے رکھے گئے ہیں ہم نے یہ میوزیم بھی دیکھا' اس میں ایک مجسمہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب ہے اور اسی طرح حضرت امیر معاویہ کا مجسمہ بھی رکھا گیا ہے......دیگر مجسموں میں......۱۸۳۱م۔۱۸۸۳م کے معروف لبنانی مفکر وشاعر جبران خلیل جبران کے علاوہ .الانسان قبل التاریخ ' صناعة الزجاج عند الفینیقین' صناعة السفن عند الفینیقین 'قدموس واروربا' الاسکندر المقدونی 'الامیر فخرالدین المعلی ' ودیگر ۲۶ کے قریب گوشوں میں مختلف مجسموں کی صورت میں تراث' تاریخ اور قوموں کی ترقی ظاہر کی گئی ہے......اس میں قدموس کے مجسمہ کے نیچے لکھا ہے کہ یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے فینیقی حروف ایجاد کئے ......اور ان حروف کو لے کر یہ یونان گیا......قارئین ہم نے اپنے شام کے سفر نامہ میں کہیں قدموس کا ذکر کیا تھا کیونکہ وہاں ایک ٹرانسپورٹ کمپنی ہے جس کی بسیں ہماری ڈائیوو کی سروس کی طرح سروس مہیا کرتی ہیں اس کا نام قدموس ہے......اب معلوم ہوا کہ قدموس نام رکھنے کی وجہ دراصل اس شخص کا نام زندہ رکھنا ہے جس نے سب سے پہلے یونانی (فینیقی) زبان کے حروف ابجد تیار کئے......

واپسی پر ہم نے جس جگہ رک کر ایک ساحلی ریسٹورنٹ میں کھانا کھایا اس کا نام مانویلا ہے اور یہ جونیہ

(Jounieh) کے علاقہ میں واقع ہے یہ بیروت سے صرف پندرہ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے......اس چھوٹے سے علاقہ میں مزید چھوٹی چھوٹی آبادیاں ہیں جو باہم مل گئی ہیں......ان کے نام......صربا......غادیر......حارۃ صخر اور ساحل علما ہیں ......ہم نے ایک بورڈ پر علما لکھا دیکھا تو اسے علما خیال کیا......مگر یہاں نہ کوئی عالم ہے نہ علماء بلکہ یہ عین اور لام کے زبر سے عَلَما ہے......جونیہ کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اٹلی کے سفیر اور امریکی سفیر خود یہاں تشریف لا چکے ہیں اور یہاں کی عوام (جو ساری عیسائی ہے) کے لئے مختلف منصوبوں کی تکمیل میں یہاں کی بلدیہ کا ہاتھ بٹانے میں مصروف ہیں......جونیہ ضلع کسروان میں ہے اور اس کی آبادی ساڑھے تین لاکھ نفوس پر مشتمل ہے......

جونیہ میں ہوٹل کا کھانا لبنانی اور مزے کا تھا اس کا فون نمبر ہے 480 832-09
09-832943 09-932724 03-763863

کھانا لانے سے قبل بیروں نے سلاد لانا شروع کی تو کئی قسم کی سلاد لاتے رہے، اور اس میں اضافہ کرتے رہے......اس قسم کی سلاد سے اگر ایک ایک چمچ بھی لیا جائے تو کھانا کھانے کی حاجت نہ رہے......پھر سلاد کے ساتھ ہی ہلکے پھلکے کھانے کی اشیاء آنا شروع ہو گئیں......پھر کھانا کوئی نصف گھنٹے بعد آیا اور اتنی دیر انہوں نے ہمیں سلاد کھانے پر لگائے رکھا (جیسے گھاس کھلا رہے ہوں)......

کھانے میں کباب تھے، تکہ بوٹی تھی، کلیجی تھی، چکن بوٹی تھی، ساگ کی قسم کی کوئی چیز تھی، مختلف قسم کے پنیر تھے، سمندر کے کنارے ہم بیٹھے تھے مگر مچھلی کھانے میں شامل نہیں تھی البتہ بڑے سائز کے جھینگے شامل تھے......

پھر فروٹ آنا شروع ہوا تو، انار، سیب، ناشپاتی، انگور، کیلا، چیری، کیوی، طین اور زیتون کے علاوہ کنوں، سنگترے اور مالٹے، تربوز، اناناس اور..........برف میں لگے ہوئے بادام، بھنی ہوئی نمکین مونگ پھلی کے دانے......اور نجانے......اللہ کی کیا کیا نعمتیں اس دسترخوان پر سجیں......اور دل سجدہ شکر کو یہ کہتے ہوئے جھک گیا......رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضاہ ....

آخر میں قہوہ، پھر چائے اور پھر لیموں کا، سنگترے کا اور چیری کا ترش سا گاڑھا سا جوس تاکہ کھانا ہضم کر سکے..........اتنی انواع واقسام کے کھانے سلاد اور پھل کب کسی غریب کے دسترخوانوں پر اکٹھے سجتے ہیں......

اس سفر میں راستے میں ایک جگہ وہ بھی آئی جسے جیہ (Jiah) کہا جاتا ہے یہ بھی لبنان کا ایک جدید قصبہ نما شہر ہے......ہر جگہ بلند وبالا خوبصورت عمارتیں سر اٹھائے کھڑی ہیں......ہمیں جبیل میں پھر ایک بلند و بالا پہاڑ پر

لے جایا گیا جس پر ایک بڑا مسجد نما چرچ ہے...... اور ایک چرچ وہ ہے جس کے اوپر ایک بہت بڑا مجسمہ لیڈی لبنان کے نام سے حضرت مریم علیہا السلام کا نصب کیا گیا ہے...... اس مجسمہ تک پہنچنے کے لئے سیڑھیاں ہیں اور مینار نما عمارت ہے جس کے نیچے چرچ اور اوپر مجسمہ ہے...... یہاں اس کی بہت شہرت ہے...... اور لوگ اسے متبرک مقام سمجھ کر آتے ہیں...... اس مجسمہ کے نیچے ہر بورڈ پر لکھا ہے...... سیدۃ لبنان...... اور انگریزی وفرانسیسی میں Our Lady of Lebanon.

ہم نے اس کے بارے میں استفسار کیا تو بتایا گیا کہ یہ مجسمہ یہاں ۱۹۰۸ میں مکمل ہو کر نصب ہوا تھا...... اسے شروع میں Queen Mary کا نام دیا گیا...... حضرت مریم علیہا السلام کا اس علاقہ سے کوئی تعلق نہیں وہ عیسائی مراجع ومصادر کے مطابق موجودہ اسرائیل کے قصبہ گلیلی (الجلیل) میں پیدا ہوئیں...... یہ بات اس لئے بتانی ضروری ہے کہ کوئی اس مجسمہ کو دیکھ کر یہ نہ سمجھ لے کہ سیدہ مریم علیہا السلام کے مجسمہ کو جو سیدہ لبنان کہا گیا ہے تو اس سے مراد مجسمہ ہی ہے خود حضرت مریم نہیں کیونکہ ان کا لبنان سے کوئی تعلق نہیں رہا...... ان کا قیام بھی یروشلم میں رہا اور انتقال بھی وہیں ہوا...... مجسمہ کے پاس بعض لوگوں (عیسائیوں) کو اس کی تعظیم و احترام اور اسے چومتے دیکھ کر بے ساختہ ہماری زبان پر یہ آیت آ گئی...... ماھذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون............

آج بروز اتوار صبح دس بجے ہمارا کارواں پھر روانہ ہوا یہاں سے ہمیں ایک متحف (عجائب گھر) لے جایا گیا جہاں مومی مجسمے بنا کر رکھے گئے ہیں اس متحف کا نام متحف المشاہیر ہے یعنی (Hall of Fame) یہ متحف ذوق مصبح۔ جیتا گروٹو روڈ (Zouk Mosbeh, Jeita grotto Road Beirut) پر واقع ہے...... اس کا فون نمبر 09/225303 -09/225202 ہے یہ صبح ساڑھے آٹھ بجے سے تین بجے دوپہر تک کھلتا ہے...... یہاں داخلہ بذریعہ ٹکٹ ہے اور ٹکٹ بارہ ہزار لیرا لبنانی ہے (یعنی ۸۲۰ روپے کا)...... تھوڑی سی ہچکچاہٹ کے بعد سب نے ٹکٹ خرید لئے......

یہ متحف یا میوزیم متحف المشاہیر کے نام سے معروف ہے اس میں ایک ہال قاعۃ المشاہیر کے نام سے ہے بہت سی معروف شخصیات کے مومی مجسمے یہاں یوں رکھے ہیں جیسے وہ خود موجود ہوں...... مجسمے حرکت بھی کرتے اور بولتے بھی ہیں...... ان میں درج ذیل مشہور مجسمے دیکھنے کا اتفاق ہوا...... شیخ زاید بن سلطان النہیان، فہد بن عبد العزیز، ملک فیصل بن عبد العزیز، عراق کے سابق صدر صدام حسین، کویت کے سابق امیر جابر السالم، مصر کے سابق صدر انور السادات، حسنی مبارک، مصری مغنیہ ام کلثوم، امریکی صدر، فرانسیسی صدر، برطانوی صدر، سابق لبنانی وزیر اعظم، اردن۔ کے سابق بادشاہ، شاہ حسین، یاسر عرفات، ودیگر معروف شخصیات کے ۵۰ سے زاید مجسمے ہیں...... یہ مجسمے سیلیکون اور ربر کی مدد سے بنائے گئے ہیں کہا جاتا ہے کہ دنیا میں اپنی نوعیت کا یہ پہلا

میوزیم ہے جس کے مجسمے بولتے بھی ہیں اور حرکت بھی کرتے ہیں ان کے اندر کمپیوٹر کی (animatronics) ڈیوائسز لگائی گئی ہیں جن سے ان کا بولنا اور حرکت کرنا ممکن ہوتا ہے...... یہ میوزیم ۲۰۰۲ میں معلوف انٹرنیشنل کمپنی نے بنایا تھا اور کمپنی کی ویب سائٹ کے مطابق اب تک دنیا میں اس جیسا کوئی میوزیم نہیں جہاں مجسمے بولتے ہوں...... ہم جونہی میوزیم کے اندر داخل ہوئے تو سامنے ایک لڑکا منہ میں سی ٹی لیے کھڑا تھا اس نے ہمیں دیکھتے ہی وسل بجادی...... ہم نے اسے حقیقی خیال کیا مگر اس کا یہاں سیٹی بجانا بے محل معلوم ہوا' ہم نے اسے غور سے دیکھا اور وہ بھی برابر ہمیں گھورتا نظر آیا...... مگر تھوڑی ہی دیر میں معلوم ہوگیا کہ وہ مجسمہ ہے حقیقت نہیں...... مگر اس کے نقش' اس کا رنگ' اس کے ہاتھ' ہاتھوں پر خون کی نسیں' اور بال سب یہاں تک کے گردن و چہرہ سب اصل جیسا...... اس میوزیم کی ویب سائٹ

http://halloffamelb.com/galleries.htm ہے اور اس کا فون نمبر ہم پہلے درج کر چکے ہیں......

آپ کو بھی اگر کبھی لبنان جانے کا اتفاق ہو تو اس میوزیم میں جا کر بادشاہوں کی باتیں سنئے......

......(جاری ہے)

اپنے پیاروں کو عالم بناؤ.................. اپنا پیارا ملک بچاؤ

بغیر علم کے اللہ کی معرفت حاصل نہیں ہوسکتی.................. دنیاوی علم اللہ کی معرفت عطا نہیں کرتا

یہ دینی علم ہی کی شان ہے کہ وہ اللہ سے ملاتا ہے.................. دنیاوی علم محض وسیلۂ روزگار ہے۔

علماء کی قدر کیجئے.................. عالم بنئے.................. جاہل رہنے پر قناعت مت کیجئے۔

تحریکِ فروغِ علم

عالم کی فضیلت

فضل العالمِ علی العابد کفضلِ القمرِ علی سائرِ الکواکب

(سنن ابو داود و ترمذی)

ایک عالم کو ایک عابد پر ایسی فضیلت حاصل ہے

☆ الی ان یجییء التریاق من العراق لمات الملسوع ☆